Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:9 (1980) © rasailojaraid.com

ترک اور اسلام

ترجمہ : ثروت صولت

(ڈاکٹر علی سفیم اور ڈاکٹر یشار یوجل کا لکھا ہوا یہ مقالہ ساتویں اسلامی کانفرنس کے موقع پر جو ۱۹۷۶ء میں استنبول میں ہوئی تھی ترکی کی پریس اور اطلاعات کی نظامت عامہ نے ترکی، عربی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں کتابچہ کی شکل میں شائع کیا تھا۔ اس مقالہ کا اردو ترجمہ ناظرین فکرونظر کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔)

تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اسلامی دنیا کی دو سب سے بڑی قومیں عرب اور ترک تھیں۔ ان دونوں قوموں کے درمیان تعلقات کا آغاز ظہور اسلام سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔ سرزمین عرب اور ترکستان کے درمیان بہت بڑا فاصلہ حائل ہونے کی وجہ سے ان دونوں قوموں کے درمیان تعلقات کا آغاز براہ راست نہیں ہوا۔ بلکہ شروع میں ایران کی ساسانی سلطنت نے واسطے کا کام انجام دیا جو اس زمانے میں ایران میں قائم ہوئی تھی۔ ترکوں نے جو وسط ایشیا سے مغرب کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ۵۰۰ء کے بعد سے ساسانیوں سے تعلقات قائم کر لئے تھے۔ اور انہوں نے ایران کے داخلی اور خارجی امور میں اہم کردار ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔

ترکوں اور عربوں کے قبل از اسلام کے تعلقات کی شہادت ہمیں عہد جاہلیت کی عربی شاعری میں نظر آتی ہے۔ حسان بن حنظلہ، نابغہ الذبیانی، اوس بن حجر اور شماخ بن ضرار کے اشعار میں ترکوں کی جرأت، شجاعت اور بہادری کا جو بیان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکوں کے یہ ابتدائی تعلقات فوجی نوعیت کے تھے۔ ترکوں سے متعلق آنحضرت کے جن تاثرات کا تذکرہ صحاح ستہ کی کتب حدیث میں کیا گیا ہے عربوں اور ترکوں کے ان ہی بالواسطہ تعلقات کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان احادیث میں ترکوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے اور ان سے متصادم نہ ہونے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض احادیث صحیح نہیں ہیں لیکن وہ اس لئے حوالے کی مستحق ہیں کہ وہ ترکوں سے متعلق اسلامی دنیا کے نقطہ نظر اور تصورات کی عکاسی کرتی ہیں چند احادیث ملاحظہ کیجئے:

۱۔ اترکوا الترک ما ترکوکم۔ جب تک ترک تم سے متصادم نہ ہوں تم بھی ان سے متصادم نہ ہوں۔

۲۔ تنزل الترک آمد وتشرب من الدجلہ والفرات ویسعون فی الجزیرۃ۔ ترک آمد میں (دیار بکر) آتے ہیں، فرات اور دجلہ سے پانی پیتے ہیں اور جزیرے میں گھومتے پھرتے ہیں۔

۳۔ ان لی جنداً سمیتھم الترک اسکنتھم المشرق فان غضبت علی قوم سلطتھم علیھم۔ مشرق میں میری ایک فوج ہے جس کو ترک کہا جاتا ہے۔ اگر میں کسی قوم سے ناراض ہوتا ہوں اس فوج کو ان کے خلاف بھیجتا ہوں۔

۴۔ تعلموا اللسان الترک فان لھم ملکا طوالا۔ ترکی زبان سیکھو کیونکہ ترکوں کی حکومت طویل عرصے تک رہے گی۔

علاوہ ازیں مشہور مسلمان مورخ طبری کا یہ بیان کہ جنگ خندق کی تیاری کے موقع پر آنحضرت ایک ترک خیمے میں فروکش تھے قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عرب کے باشندے اسلامی فتوحات شروع ہونے سے پہلے ترکوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔

اسلامی فتوحات کا آغاز حضور کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوا۔ اور یہ فتوحات ان ملکوں میں جو بازنطینیوں اور ساسانیوں کے قبضے میں تھے بڑی کامیابی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تیزی سے ہوتی رہیں۔ مسلمان فاتحین کا ترکوں سے سامنا دو علاقوں میں ہوا۔ شمال میں قفقاز میں اور مشرق میں خراسان اور ماوراءالنہر میں۔ یہ فتوحات جو خلافت راشدہ کے آخری دور میں خانہ جنگی کی وجہ سے رک گئی تھیں اموی دور میں مشرق کی سمت زیادہ بڑے پیمانے پر پھر شروع ہوگئیں۔ امیر معاویہ کے زمانے میں عراق کے والی زیاد بن ابیہ نے جس کی حکومت کے دائرے میں خراسان اور ماوراءالنہر بھی شامل تھے ان علاقوں پر منظم طریقے پہ حملے کئے۔ ان فتوحات کے نتیجے میں اسلامی فوجیں دریائے جیحوں کے مغربی کنارے تک بڑھتی چلی گئیں اور اس طرح اس خطے کے بے شمار شہر اور اضلاع اسلام کی حاکمیت کے تحت آگئے۔ ان شہروں میں پچاس ہزار عربوں کو عراق سے لاکر آباد کیا گیا جس کی وجہ سے یہاں اسلام اور زیادہ تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس کے بعد خراسان کے اموی والی نصر بن سیار نے ماوراءالنہر کے عوام کے درمیان جن میں ترک نمایاں حیثیت رکھتے تھے عدم مساوات ختم کرانے کے لئے اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ اس کو اس مقصد میں بڑی کامیابی ہوئی اور ماوراءالنہر کے ترک باشندے اور دوسری اقوام اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں اور اسلام قبول کرنے لگیں۔ اس کے نتیجے میں اموی دور کے آخری زمانے میں اسلامی مملکت کے متعدد شہروں اور صوبوں میں مسلمان ترکوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوگیا۔ ان ترکوں نے امویوں کے مقابلے میں عباسیوں کا ساتھ دیا اور خلافت عباسی کے قیام میں مدد کی۔

امویوں کے آخری دور میں دریائے سیحوں کی وادی اور کاشغر کا علاقہ عربوں اور ان چینیوں کے درمیان جو مغرب کی سمت بڑھنے کی سیاست پر عمل پیرا تھے میدان جنگ بن گیا۔ ابو مسلم خراسانی نے جس نے اموی سلطنت کو ختم کر کے اور عباسی سلطنت کو قائم کر کے عربوں میں خانہ جنگی ختم کر دی تھی، چینیوں کی مغرب کی طرف پیش قدمی روکنے کے لئے اپنے ایک سپہ سالار زیاد بن صالح کو ایک فوج کے ساتھ چینیوں کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے ۷۵۱ء میں ایک جنگ میں جو دریائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تالاس کی جنگ کہلاتی ہے چینیوں کو زبردست اور فیصلہ کن شکست دی اور وسط ایشیا پر اسلام کی بالادستی قائم کردی۔ ترک نہ صرف اس جنگ کے نتائج پر اثر انداز ہوئے بلکہ انہوں نے اس میں حصہ لے کر خود اپنی تاریخ کا رُخ بھی بدل دیا اور اس طرح وہ دنیائے اسلام میں اور زیادہ حصہ لینے کے قابل ہو گئے۔ عباسی خلفا نے ترکوں کی عسکری صلاحیتوں کا اندازہ کر کے ان کو عباسی سلطنت کے دفاع میں بنیادی اہمیت دی اور ان کو فوج میں بھرتی کرنا شروع کر دیا۔ عباسی سلطنت کی اس محتاط اور شعوری پالیسی کی بدولت اسلام خراسان اور ماوراء النہر میں تیزی سے پھیلنے لگا اور اس کے نتیجے میں وسط ایشیا، اسلامی تہذیب کا مرکز بن گیا۔

عباسی دور میں بلخ، خوارزم، ہرات اور سمرقند کے باشندے جن میں مسلمان ترکوں کی اکثریت تھی اور کچھ ایرانی اور اہل صفد بھی شامل تھے کثیر تعداد میں بازنطینی سرحد کے ساتھ ساتھ اسلامی سلطنت کے حسب ذیل شہروں میں آباد کئے گئے۔

طرسوس، ادرنہ، عین زربہ، مرعش، ملاطیہ، دیار بکر، ارض روم، میسیس، گوینوک سلوان۔

ان آباد کاروں کے علاوہ ترکوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی تھی جو جہاد کی نیت سے رضا کارانہ طور پر ماوراء النہر سے آکر جنوبی اور مشرقی اناطولیہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ہارون الرشید، مامون الرشید، معتصم اور متوکل کے دور میں چونکہ خلافت کی فوج کی بڑی تعداد ترکوں پر مشتمل تھی اس لئے ان علاقوں میں ترک فوجیوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور فوج کا انتظام بھی افیشن، ایناخ، واصف، منگوجہ، عمر، حارث اور یونا نامی امیروں کے ہاتھ میں آگیا جو نسلاً ترک تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی ترک امیروں کے نام تاریخ میں ملتے ہیں جو بازنطینیوں کے خلاف مسلمانوں کی فوج کی کمان کرتے تھے۔ ان ترک فوجیوں نے نہ صرف یہ کہ کفار کے حملوں سے اسلامی مملکت کی حفاظت کی بلکہ انہوں نے اس خطہ (اناطولیہ) کو خلافت کے نام پر فتح کرنے کا فریضہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی انجام دیا۔

جب ترک اسلامی دنیا کا ایک اہم عنصر بن گئے تو وہ عباسی سلطنت میں بلند عہدوں پہ فائز ہونے لگے۔ آمو دریا کے علاقوں میں جو ترک آباد تھے اور اب تک جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اب ان کو بھی اسلام سے دلچسپی پیدا ہو گئی۔ جن ترکوں نے اسلام قبول کر لیا ان کو مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل ہو گئے اور وہ اہم عہدوں پہ فائز ہونے کے حقدار ہو گئے۔ اس کے بعد جب غیر مسلم ترکوں کا اپنے ہم قوم مسلمان ترکوں سے واسطہ پڑا تو ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کی گرمجوشی دیکھ کر ان کو اسلام کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یدی صو اور سیحوں کے ادغز اور قارلق ترکوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ خلافت کی فوجوں میں ترکوں کو بڑی تعداد میں بھرتی کیا گیا، وہ سیاسی زندگی میں بھی حصہ لینے لگے اور اس طرح ترکوں کو مختصر مدت میں خلافت کی فوجوں میں بنیادی اہمیت حاصل ہو گئی۔ مامون الرشید کی خراسان کی حکومت کے زمانے میں مامون نے ترکوں سے جس گہری وابستگی کا ثبوت دیا اس کی وجہ سے بھی ترکوں میں تیزی سے اسلام پھیلا۔ مامون نے خلیفہ بننے کے بعد ترکوں کو سرکاری پالیسی کے تحت فوجوں میں بھرتی کیا اور اس طرح ترک اسلامی فوج کی ریڑھ کی ہڈی بن گئے۔

مامون الرشید کے بعد معتصم ترک فوجیوں کی مدد سے خلیفہ بنا اس لئے اس کے دور میں اور اس کے بعد دوسرے خلفاء کے دور میں ترکوں کو فوج کے علاوہ حکومت میں دوسرے اہم مناصب حاصل کرنے کے مواقع حاصل ہو گئے۔ معتصم نے اپنے نئے دارالحکومت سامرہ میں جن ترکوں کو آباد کیا وہ عراق کی فوج سے بھی تعلق رکھتے تھے اور ماوراء النہر سے بھی بھرتی کئے گئے تھے۔ معتصم نے عراق میں آنے والے ترک امراء کو سپہ سالار مقرر کیا اور ان کو زرخیز زمینیں جاگیر کے طور پہ دیں۔ اشناس، واصف ایناک (اینا خ)، افشین اور یونا جیسے ترک امراء اس کی اچھی مثال ہیں۔ اس دور کی ایک روایت کے مطابق اس زمانے میں خلافت کی فوجوں میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترکوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ مشہور عرب مورخ مسعودی نے ترکوں کی فوج کے بارے میں لکھا ہے کہ۔

"ترک فوج نوجوان، صحت مند، خوبصورت اور دلیر افراد پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ اپنے ریشمی لباس میں جس پر کشیدہ کاری ہوتی ہے اور تلواروں کے ساتھ بڑے دلکش لگتے ہیں۔ یہ ترک ہیں جن کی وجہ سے عباسی خلافت کی طاقت میں اضافہ ہوا اور یہ طاقت اسلام کی طاقت میں اضافہ کا باعث بنی۔

عباسی دور کے عربی ادب کے گراں قدر نمائندے ابوعثمان عمرو الجاحظ نے اپنی کتاب مناقب جند الخلافہ و فضائل الاتراک میں ترکوں کی عسکری صلاحیت کے بارے میں قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔

مامون الرشید اور خاص طور پہ معتصم کے دور میں ترکوں کو چونکہ اسلامی فوج میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی، اس لئے قدرتی طور پہ ترکوں نے اندرونی خلفشار کو دور کرنے میں بہت اہم اور مؤثر کردار ادا کیا۔ مثال کے طور پہ آذر بائیجان میں بابک خرمی کی بغاوت کو بصرہ کے علاقے میں حبشیوں کی بغاوت کو فارس میں صفاریوں کو اور مشرقی عرب میں قرامطہ کے کچلنے میں یونما، افشین، ایناغ، جعفر بن دینار، بشیر الترکی، موسیٰ بن یونما عبود الترکی اور انمارمش الترکی نے نمایاں حصہ لیا اور یہ سب ترک تھے۔ ان اندرونی بغاوتوں کو جنہوں نے خلافت کو ہلا دیا تھا، کچلنے کے علاوہ اناطولیہ کی بازنطینی سرزمین پہ جو حملے کئے گئے اور جن میں سب سے اہم عموریہ کی مہم (اپریل ۱۹۳۸ء) ہے خلافت کی فوج نے عظیم کامیابیاں حاصل کیں اور ان کامیابیوں کی وجہ سے اسلام کی سرحدیں اور آگے بڑھ گئیں۔

معتصم کی خلافت کا زمانہ ترکوں کے اثر و رسوخ میں اضافہ کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں ہم ترکوں کو والی، حاجب اور وزیر کی حیثیت سے بلند انتظامی عہدوں پہ فائز دیکھتے ہیں۔ مگر اس کے بعد عباسی سلطنت کے زوال کے دور میں جب مرکزی حکومت کمزور ہوگئی تو مشرقی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مغربی صوبوں کے والیوں نے آزادی کا اعلان کر کے مستقل حکومتیں قائم کر لیں اور اس طرح عباسی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے بعد مصر میں آل طولون نے اور اخشیدیوں نے اور ان کے بعد ایوبیوں اور مملوکوں نے، ترکستان میں قرہ خانیوں نے، ماوراء النہر میں آل سامان نے، افغانستان اور شمالی ہند میں غزنویوں اور غوریوں نے اور آخر میں ماوراء النہر ترکستان اور خراسان میں سلجوقیوں اور خوارزم شاہیوں نے یکے بعد دیگرے مستقل آزاد اسلامی حکومتیں قائم کر لیں۔ اسی طرح ہندوستان میں بمقام دہلی ترکوں نے ایک عظیم اسلامی سلطنت قائم کی۔

اوغز قبائل کے مسلمان ہونے کے بعد سلجوقیوں کی عظیم سلطنت قائم ہوئی۔ اسلامی دنیا میں ان تازہ، جاندار اور متحرک عنصر کے شامل ہو جانے کے بعد اسلام کی قدیم روح ایک بار پھر زندہ ہو گئی، مسلمانوں میں ایک نیا جوش و خروش پیدا ہو گیا اور اس طرح اسلامی تہذیب کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔ خراسان میں قائم ہونے والی سلجوقی سلطنت مشرق وسطیٰ کے تمام ملکوں تک وسیع ہو گئی اور اس کے قیام سے دنیائے اسلام کا سیاسی اور سماجی انتشار ختم ہو گیا۔ سلجوقیوں نے اسلام کی سب سے بڑی دشمن طاقت بازنطینی سلطنت پر کاری ضرب لگائی۔ یہ سلطنت آذربائیجان، اناطولیہ، عراق اور شمالی شام پر از سر نو قبضہ کر کے اسلامی دنیا پر اپنی سیادت قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ۲۶ اگست ۱۰۷۱ء کو الپ ارسلان سلجوقی نے ملازکرد کی جنگ میں بازنطینیوں پر جو زبردست فتح حاصل کی وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے اگست ۶۳۶ء میں ہونیوالی جنگ یرموک سے کم اہم نہیں کیونکہ اس کامیابی سے عالمگیر اثرات مرتب ہوئے۔ اس فتح کا سب سے اہم نتیجہ تو یہ نکلا کہ موجودہ ترکی مسلمانوں اور ترکوں کا وطن بن گیا۔ سلجوقیوں نے بازنطینیوں سے بسے ہوئے شہروں میں مسجدیں، مدرسے، شفا خانے اور کارواں سرائیں قائم کیں۔ مسلمان ترکوں کو اناطولیہ میں آباد کیا اور دوسرے اسلامی ملکوں سے علماء کو بلا کر اس خطے میں اسلام اور اسلامی تہذیب کی بالادستی قائم کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلسطین عیسائیوں کے لئے ایک مقدس مقام تھا۔ جب مسلمان ترکوں نے اناطولیہ اور شام کے ساتھ فلسطین پر بھی قبضہ کر لیا تو مغربی یورپ کے ملکوں نے سخت ردعمل کا اظہار کیا اور انہوں نے صلیبی جنگوں کا آغاز کر دیا جو ۱۰۹۵ء سے ۱۲۷۰ء تک جاری رہیں۔ ان جنگوں کا مقصد مسلمانوں کو ارض مقدس سے نکالنا تھا۔ ان جنگوں کے ابتدائی دور میں اسلامی دنیا کے انتشار سے فائدہ اٹھا کر صلیبی ارفا، انطاکیہ اور فلسطین میں اپنی حکومتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس موقع پر ان صلیبی فوجوں پر جو استنبول کے راستے سے آ رہی تھیں پہلی کاری ضرب اناطولیہ کے سلجوقیوں نے لگائی۔ جنوب کی طرف بڑھنے والی ان صلیبی فوجوں کی سلجوقی ترکوں کی طرف سے اناطولیہ کے مختلف حصوں میں بڑی سخت مزاحمت کی گئی اور مسلمان کئی خون ریز جنگوں کے بعد ان فوجوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ ایک گمنام صلیبی وقائع نگار جو خود ان جنگوں میں شریک تھا ان لڑائیوں کے بارے میں لکھتا ہے۔

"ان مسلمان ترکوں کی مستقل مزاجی، شجاعت اور جنگی صلاحیت کو صحیح طور پر بیان کرنا بڑا مشکل ہے۔ اگر وہ عیسائی ہوتے تو دنیا کی کوئی قوم طاقت، جرأت اور بے خوفی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ دنیا میں اگر ایک مجاہد (نائٹ) جیسی جرأت اور صلاحیت اگر کسی میں ہو تو وہ صرف فرانسیسیوں اور ترکوں میں ہے۔"

ترکوں نے صلیبیوں کے خلاف صرف اناطولیہ میں جنگ نہیں کی بلکہ شام اور فلسطین میں بھی جنگ کی۔ موصل کے حکمران نورالدین محمود نے ارفا کی صلیبی ریاست کو ختم کیا۔ مشہور ایوبی حکمران صلاح الدین نے فلسطین کی مسیحی بادشاہت کو ختم کیا جسے مسیحی دنیا میں ایک مقدس ریاست سمجھا جاتا تھا اور آخر مصر اور شام کے ترکی النسل مملوک حکمرانوں بیبرس اور قلاؤن نے ساحل شام کی بچی کھچی صلیبی بستیوں کو بھی فتح کر کے صلیبیوں کا ایشیا میں صفایا کر دیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

منگولوں نے ۱۲۵۸ء میں بغداد فتح کر کے عباسی خلافت کو ختم کر دیا۔ لیکن ان منگولوں سے اسلام اور اسلامی دنیا کو جس قوم نے بچایا وہ بھی ترک تھے، یعنی مملوک، جن کے حکمران سلطان قطز نے ۱۲۶۰ء میں عین جالوت کی جنگ میں منگولوں کو شکست دی۔ اگر مملوک ترک نہ ہوتے تو منگول مصر کو فتح کر لیتے اور اس طرح پوری اسلامی دنیا کی تباہی مکمل ہو جاتی۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مغرب کی سمت اسلام کی توسیع و ترقی میں اناطولیہ کے سلجوقوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اوغز قبائل کے مسلمان ترکمانوں کو جو جہاد کی نیت سے آتے تھے سلجوقیوں نے تین ثغور یعنی سرحدوں پر آباد کیا۔ ان ترکوں نے تینوں سرحدوں پر جن مختلف مسیحی ریاستوں سے مسلسل جنگیں کیں ان میں پہلی ریاست آرمینیہ اور قبرص کی تھی، دوسری ترابزون کی یونانی ریاست تھی جو بحیرہ اسود کے کنارے واقع تھی اور تیسری ریاست مغرب میں بازنطینیوں کی تھی۔ یہ آخری سرحد بہت وسیع تھی اور ضلع قسطمونو سے لے کر ساحل انطالیہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ قسطمونو، کوتاہیہ اور ڈے نیزلی اس سرحدی علاقے کی بڑی بستیاں تھیں۔ مسلمان مجاہدین نے ان سرحدی علاقوں میں عیسائیوں سے جنگیں کیں اسلامی مملکت کی حدود میں اضافہ کیا، اسلام کی اشاعت کی بارہویں صدی مسیحی میں صورت یہ تھی کہ ایک طرف سلجوقی ترک مغرب میں عیسائیوں سے کامیاب جنگ کر رہے تھے تو دوسری طرف اناطولیہ میں مدرسوں، مسجدوں اور خانقاہوں کو تعمیر کر کے اسلام اور اسلامی تہذیب کو فروغ دے رہے تھے اور مشرق سے آنے والے علماء اور حکماء کو پناہ فراہم کر رہے تھے۔

تیرھویں صدی کے نصف آخر میں اناطولیہ میں منگولوں اور رافضیوں کا غلبہ ختم ہو گیا۔ اس موقع پر اناطولیہ کے بعض حصوں میں جن پر صوبیدار اور بے حکمران تھے مستقل ریاستیں قائم ہو گئیں یہ ریاستیں ان علاقوں میں قائم ہوئی تھیں جن کو بازنطینیوں سے لیا گیا تھا۔ ان ریاستوں کی کل تعداد بیس تھی۔ عثمانی ریاست جو ایک صدی بعد اناطولیہ اور جزیرہ نمائے بلقان پر مشتمل ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عظیم سلطنت بن گئی تھی ان ہی بیں ریاستوں میں سے ایک ریاست تھی۔

عثمانی ترک بھی دوسری ترک ریاستوں کی طرح مغربی سرحدوں پر عیسائی دنیا سے مصروف جہاد رہے۔ جہاد کے تصور نے عثمانی سلطنت کو ایک عالمی سلطنت بنانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس تصور نے جس پر ترک دل و جان سے اعتقاد رکھتے تھے ان کے دلوں میں ایک ولولہ اور تحریک پیدا کی اور ترکوں کو متحد کرنے میں حصہ لیا۔ عثمانی ترکوں نے جہاد کو مسیحی دنیا اور صلیبی جنگوں کے مقابلے میں ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا تھا۔ دوسرے عثمانی حکمران اورخان غازی کے زمانے میں بازنطینی سلطنت نے مسیحی کلیساؤں کو متحد کرنے کے لئے یورپ کے ملکوں سے درخواست کی تھی تاکہ باہمی اختلافات ختم کرکے ترکوں کے خلاف متحدہ محاذ بنایا جائے۔ لیکن عثمان خان اور اورخان کے تیز رفتار اقدامات نے صلیبی جنگوں کو دوسرے رُخ پر ڈالدیا۔ اب ان کا سب سے بڑا مقصد عثمانی سلطنت کی توسیع کو روکنا تھا۔ صلیبی جنگوں کا اصل رخ اب فلسطین اور مصر سے ہٹ کر جزیرہ نما بلقان کی طرف ہوگیا۔ عثمانی ترکوں نے اپنے پڑوسی مسیحی رہنماؤں اور عوام کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں بھی کامیابی حاصل کی۔ اسلام کا قانونی اور عدالتی نظام اور اسلام میں مذہبی آزادی کا تصور مسیحی باشندوں کے لئے باعث کشش بنا اور وہ مسلمان ہونے لگے۔

ترکوں نے اسلام کے قدیم اداروں اور روایتی معاشرہ کو اختیار کرلیا تھا اور ترک ریاستیں جن کے سربراہ "بے" کہلاتے تھے اسلامی ثقافت کا مرکز بن گئیں۔ ۱۳۳۰ء اور ۱۳۳۳ء کے درمیان عرب جغرافیہ دان عمری اور مشہور سیاح ابن بطوطہ کے بیانات سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ اورخان بے نے ازنیق میں جو دینی مدرسہ قائم کیا تھا اس میں اسلامی فقہ کو کس قدر اہمیت دی جاتی ہے۔ عثمانی حکمران اورخان بے اور اس کے بعد سے بجاطور پر یہ سلطان الغزات المجاہدین کہلاتے تھے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ حکمران اسلام سے گہری عقیدت رکھتے تھے اور انہوں نے اسلام کو دل سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کیا تھا۔ جو مورخین اس دور کے عثمانی مجاہدین کی مثال خلافت راشدہ کے دور کے عرب مجاہدین سے دیتے ہیں وہ غلط نہیں، کیونکہ سرحدوں پر جہاد کی جو روایات قائم کی گئیں وہ اسلامی فلسفہ جہاد کا نتیجہ تھیں اور اس فلسفہ جہاد نے عثمانی تاریخ کو اس کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کو اور عثمانی نظام حکومت کو متاثر کیا تھا۔

جب عثمانیوں نے ۱۳۶۱ء میں ادرنہ (ایڈریانوپل) پر قبضہ کیا تو یورپ نے ۱۳۶۶ء نے ان کے خلاف صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا جس کا مقصد مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنا اور یورپ کی سرزمین سے مسلمانوں کو بیدخل کرنا تھا۔ لیکن ترکوں کی پیش قدمی روکی نہیں جا سکی۔ ۱۳۸۹ء میں مراد اول نے سرویا والوں کے خلاف کوسووا کے میدان جنگ میں زبردست کامیابی حاصل کی اور سلطان مراد نے اس فتح کے ذریعہ دنیا کو مسلمان ترکوں کی قوت کا احساس دلایا۔

چودھویں اور پندرھویں صدی میں بروصہ، گیلی پولی، ازنیق، ادرنہ، فلبی، صوفیہ سیریز، اسکپ، بنی شہر اور سلنسرے نے ترک مسلم شہروں کی شکل اختیار کر لی۔ ان عظیم کامیابیوں کے بعد عثمانی ترکوں کے لئے یہ بالکل فطری بات تھی کہ وہ خود کو اسلامی دنیا کی قیادت کا مستحق سمجھیں۔ عثمانی سلاطین اس بات کو بہت اہمیت دیتے تھے کہ ان کو غازی کہا جائے اور وہ اپنے افتخار کو قائم رکھیں۔

محمد فاتح نے دریائے ڈینیوب کے جنوب میں پورے جزیرہ نمائے بلقان کو اور پھر جزیرہ نما کریمیا کو فتح (۱۴۷۵ء) کر کے اور ۱۴۸۰ء میں جنوبی اٹلی میں داخل ہو کر اسلام کو یورپ میں پہنچا دیا۔ محمد فاتح پہلا مسلمان حکمران تھا جو مغرب اور مشرق (یورپ اور ایشیا) دونوں کا حکمران تھا۔ جب ۱۵۰۹ء میں پرتگالیوں نے مصر کے مملوک سلاطین کے بحری بیڑے کو شکست دی اور وہ بحیرہ احمر میں داخل ہو گئے اور مدینہ اور مکہ کو ان سے خطرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاحق ہوا تو اسلامی دنیا کی نگاہیں تحفظ کے لئے عثمانی ترکوں کی طرف لگ گئیں۔ چنانچہ ان ناسازگار حالات میں مملوک حکمران قانصدہ غوری نے بایزید ثانی سے امداد کی درخواست کی اور اس درخواست کی تعمیل میں عثمانی کاریگروں نے بحیرہ احمر میں مصری بیڑے کی مرمت کی توپ قاپی سرائے میں متعدد دستاویز موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری جہازوں کی تعمیر کے لئے ترکی سے کئی کاریگر اور ماہر مصر بھیجے گئے تھے۔ علاوہ ازیں اس بات سے سب واقف ہیں کہ ۱۵۱۱ء میں عثمانی حکومت نے مکہ اور مدینہ کے تحفظ کے لئے چار سو توپیں اور چالیس قنطار بارود مصر بھیجا تھا۔

اسلامی دنیا کے محافظ کی حیثیت سے عثمانی ترکوں کے کردار کی دوسری مثال بھی بایزید ثانی (۱۴۸۱ء تا ۱۵۱۲ء) کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ اندلس کے مسلمانوں نے اپنا ایک سفیر امداد کے لئے ترکی بھیجا۔ سلطان بایزید نے امداد کی درخواست قبول کرتے ہوئے امیرالبحر کمال رئیس کے تحت ایک بحری بیڑہ اندلس بھیجا جس نے شمالی افریقہ کے اسلامی ملکوں کی عیسائیوں کے متوقع حملے سے حفاظت کی جس کے نتیجے میں اس خطے میں اسلامی اقتدار کو استحکام ہوا۔

۱۵۱۶ء میں سلطان سلیم نے شام اور مصر کو عثمانی سلطنت میں شامل کر لیا اور حجاز پر باضابطہ طور پر عثمانی بالادستی کا اعلان کیا۔ اسلام کے ابتدائی دور کے بعد ایک خلیفہ کو جو خطابات دیئے جاتے رہے ہیں ان میں یہ خطاب ایک اہم ترین خطاب تھا۔ اس کے بعد خرقہ شریف، علم شریف اور آنحضرت کی دیگر اشیا استنبول لائی گئیں جہاں ان کو عثمانی محل میں محفوظ کر دیا گیا۔ اس سے پہلے یہ تمام اشیاء خلافت کی علامت کے طور پر عباسی خلیفہ کے پاس رہتی تھیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ردانیہ (مصر) کی جنگ کے بعد مسیحی دنیا، خصوصاً پرتگالیوں کے حملے روک دیئے گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جو اسلامی دنیا کا قلب ہیں محفوظ ہو گئے۔ بحیرہ احمر پر عثمانی سلطنت کے قبضے کو اب کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ مصر کی فتح کے بعد سلطان سلیم نے جو اعلان جاری کیا اس میں کہا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے مقرر کیا ہے۔ کہ وہ اسلامی قوانین کا احیاء اور نفاذ کرے اور کعبہ کی حفاظت کرے۔ تاریخ اسلام سے متعلق جو کتابیں لکھی گئیں ہیں ان سے ان تمام باتوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حلب دمشق، اسکندریہ، قاہرہ، مکہ اور مدینہ کو عثمانی سلطنت میں شامل کرنے کے بعد سلطان سلیم کے دور میں عثمانی سلطنت اسلامی دنیا کی سب سے طاقتور سلطنت بن گئی اور اس نے اسلامی دنیا کے تحفظ میں بھرپور حصہ لیا۔

سلطان سلیم کے جانشین، سلیمان قانونی نے جو سلیمان ذی شان بھی کہلاتا ہے سب سے پہلے بلغراد فتح کیا، ۱۵۲۱ء میں ہنگری میں داخل ہوا اور ۱۵۲۶ء میں مہاکس (ہنگری) کے میدان جنگ میں عیسائیوں کو شکست فاش دی۔ سلیمان نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کرنے کے لئے شریف مکہ کو خط لکھا جس کے جواب میں شریف مکہ نے لکھا کہ عثمانی سلاطین اسلام کے دفاع سے متعلق اپنی ذمہ داری پوری کر رہے ہیں۔ آخر میں جب مشرق وسطی اور گجرات (ہندوستان) کے حکمرانوں نے پرتگالیوں اور روسیوں کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان سلیمان سے مدد مانگی تو سلطان نے اعلان کیا کہ خادم حرمین شریفین ہونے کی حیثیت سے اللہ کی طرف سے مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں زائرین کے راستوں کو کھلا رکھوں تاکہ لوگ آسانی سے مکہ اور مدینہ جا سکیں۔ ان تمام مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عثمانی سلاطین ہمیشہ یہ سمجھتے تھے کہ ان تمام امور کو انجام دینا ان کے فرائض میں داخل ہے جو اسلام سے متعلق ہیں مثلاً اسلامی ملکوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا دفاع، مکہ مدینہ کی حفاظت اور حج کے راستوں کی حفاظت۔

سولھویں صدی کے آغاز سے عثمانی سلاطین نے قانون سازی اور اندرونی سیاست میں شریعت کی بالا دستی قائم رکھنے کے سلسلے میں کئی سنجیدہ اقدامات کئے۔ مشہور عالم دین کمال پاشا زادہ اور شیخ الاسلام ابوسعود آفندی نے نظام سلطنت کو شریعت کے مطابق بنانے کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلیمان قانونی کے بعد جس قدر سلاطین ہوئے ان سب نے دنیا میں اسلام کے تحفظ اور توسیع کے لئے حتی المقدور کوشش کی عثمانی ترکوں نے یورپ، بحرِ ہند اور بحیرہ روم میں اسلام کے دفاع کے لئے جو جدوجہد کی وہ اتنی ٹھوس اور نمایاں ہے کہ اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس حقیقت کا آج بھی پوری دنیائے عرب اعتراف کرتی ہے۔ مصطفےٰ کمال اتاترک نے بھی جو جدید ترکی کے بانی ہیں حکومت کے ڈھانچہ کے اندر دین اسلام کو جو مناسب جگہ دی ہے اس نے سیکولر حکومت کے تصور کے تحت ہماری ان روایات کا تحفظ کر دیا ہے جو ترکوں کے رگ وپے میں سرایت کر چکی ہیں۔ اتاترک نے اپنی مشہور تقریر میں اسلام کی اہمیت اور قدر وقیمت کو اس طرح واضح کیا ہے۔

"اسلام دنیا میں سب سے زیادہ ٹھوس اور معقول مذہب ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کو آخری دین کہا گیا ہے اور اس کی یہ حیثیت ہمیشہ قائم رہے گی۔ کسی مذہب کے معقول ہونے کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ دلائل، سائنس، علم اور عقل سلیم کے مطابق ہو۔ ہمارا مذہب ان تمام باتوں سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔"

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ترکوں نے اسلام لانے کے بعد سے عثمانی سلطنت کے خاتمے تک ایشیا، افریقہ اور یورپ میں مختلف سیاسی اداروں کو قائم کرکے اسلام کی توسیع وترقی کے سلسلے میں قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔ ترکوں نے اسلامی تہذیب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہر شعبے میں بے شمار خدمات انجام دی ہیں۔ انہوں نے اپنے زیر اقتدار ملکوں میں مدرسے کتب خانے، کارواں سرائے اور اوقاف کی شکل میں رفاہی ادارے قائم کر کے اپنی سیاسی قوت میں اضافہ کیا۔ ان سرکاری مدرسوں میں جن ترک علماء نے تعلیم و تربیت حاصل کی انہوں نے قرآن، تفسیر، احادیث، فقہ اور علم الکلام کے موضوعات پہ ایسی کتابیں لکھیں جو آج بھی بڑی قدر و قیمت رکھتی ہیں۔

عباسی خلافت کے آخری زمانے میں ترکوں کی جو ریاستیں وجود میں آئیں ان کے صدر مقام علم و ادب اور تہذیب و تمدن کے مرکز بن گئے تھے۔ سامانی دور میں بغداد کی طرح سامانی دارالحکومت بخارا علم و ادب کا مرکز بن گیا۔ اس کو اور شہر بلخ کو قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں شہر اپنے وقت میں اسلامی علوم کے عظیم ترین مرکز تھے۔ بخارا میں نہایت اہم علمی اور دینی کتابیں لکھی گئیں۔ یہاں کے کتب خانے میں مختلف علوم پر قیمتی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ اس ذخیرہ کتب سے ابن سینا نے بھی فائدہ اٹھایا۔ بعد میں جب غزنی آل سبکتگین کا صدر مقام بنا تو یہ بھی اسلامی علوم کا ایک عظیم مرکز بن گیا۔ اس شہر میں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اپنے زمانہ کی سب سے بڑی علمی اکادمی قائم تھی نیشاپور اور ختلان میں بھی بکثرت مدرسے قائم کئے گئے جہاں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ عالم و فاضل بن کر دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔

ان ترک ریاستوں کے زیر اہتمام مدرسے بھی قائم کئے جاتے تھے۔ قرہ خانیوں کے زمانہ میں ان مدرسوں کے لئے بڑے بڑے وقف موجود تھے۔ اس کے بعد غوریوں کے زمانے میں ہرات نے قرون وسطیٰ میں ایک اہم ترین اور عظیم ترین علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر لی اور یہ شہر مدرسوں، کتب خانوں، کارواں سراؤں، حماموں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مسجدوں سے آراستہ ہو گیا۔

سلجوقی ترکوں نے بھی جنہوں نے سیاسی اقتدار کے ذریعے مسلمانوں کے سیاسی زوال کو روکا تھا ثقافتی میدان میں بے شمار خدمات انجام دیں۔ پہلے سلجوقی حکمران طغرل بے کے زمانے سے ہی سرکاری مدرسے، کتب خانے، شفا خانے، طبی ادارے، لنگر خانے، خانقاہ اور کارواں سرائیں قائم ہونا شروع ہو گئی تھیں اور اس طرح اسلامی تہذیب کو فروغ ملا اس زمانے میں بغداد، رے، نیشاپور، مرو، بلخ، ہرات، اصفہان اور موصل میں عظیم سلجوقی وزیر اعظم نظام الملک کے نام سے اعلیٰ تعلیم کے جو ادارے قائم کئے گئے ان میں تاریخ اسلام کی بعض عظیم ترین شخصیتوں نے تعلیم پائی۔ ان تعلیمی اداروں کو قائم رکھنے کے لئے نظام الملک ہر سال فیاضی سے لاکھوں اشرفیاں خرچ کر ڈالتا تھا۔

اناطولیہ، شام اور عراق میں قائم ہونے والی سلجوقی ریاستوں میں بھی وسیع پیمانے پر ثقافتی اور تعمیراتی سرگرمیاں جاری تھیں۔ اناطولیہ میں خاص طور پر مسجدوں، کتب خانوں شفا خانوں اور مدرسوں کی شکل میں رفاہ عام کے ادارے قائم ہوئے۔ تجارتی اور اقتصادی ترقی کے لئے جو کام انجام دیئے گئے وہ ان کے علاوہ تھے۔ مشرق سے آنے والے ادیبوں اور فنکاروں نے اس اسلامی ترک ثقافت کو نقطۂ عروج پر پہنچنے میں مدد کی۔ مولانا جلال الدین رومی اور یونس امرہ جیسے عظیم صوفیوں کی کوششوں سے ترکوں کی تہذیب نے بہت فروغ پایا۔

تیرھویں صدی کے عرب مصنف محمد ابن شداد نے لکھا ہے کہ شام میں اسلامی اداروں کی ایک بہت بڑی تعداد مثلاً دمشق اور حلب کی مسجدیں، مدرسے، دار الحدیث اور شفا خانے ترکوں کے تعمیر کرائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان علاقوں میں ترکوں کی آبادی بہت کم تھی۔ سلطان طغرل سلجوقی نے بغداد میں بازار طغرل بے بنوایا، ملک شاہ سلجوقی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زمانے میں بغداد میں رصد خانے، محل، اور ایوان تعمیر کیے گئے، عراق میں آبپاشی کے لئے بڑی نہریں بنائی گئیں اور مکہ جانے والی سڑکوں کی وسیع پیمانے پر مرمت کی گئی۔

سلجوقیوں کے دور میں شروع کیے ہوئے رفاہی کام اناطولیہ کے ملوک الطوائف کے زمانے میں اور خاص طور پر عثمانی عہد میں زیادہ وسیع پیمانے پر انجام دیئے گئے۔ قونیہ، قیصری، نکدہ، سیواس، قسطمونو، انقرہ، سنوپ، کوتاحیہ، بروصہ، ازنیق اور اماسیہ سلجوقی دور میں اسلامی ثقافت کے مرکز بن گئے تھے، ملوک الطوائف کے زمانے میں یہ شہر اور ترقی کر گئے۔ مختلف ریاستوں کے حکمران جنہوں نے جہاد کے ذریعے اپنی ریاستوں کو مستحکم کیا تھا اسلامی ثقافت اور تہذیب کے نئے نئے ادارے قائم کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی یادگاریں اور آثار موجودہ ترکی کے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

اناطولیہ کے یہ ملوک الطوائف علمی سرگرمیوں کے فروغ میں ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ مثال کے طور پر سیواس اور قیصری کے حکمران قاضی برہان الدین احمد اور اسماعیل بے ابن جاندار حنفی فقہ کے دو ممتاز عالم شمار کیے جاتے ہیں۔ اناطولیہ کی ریاستوں کے حکمران اسلامی دنیا کے مشرقی حصوں سے بھی علماء کو مدعو کرتے تھے جس کی وجہ سے اناطولیہ کے شہروں میں ممتاز اور مشہور علماء جمع ہو گئے تھے۔

جب عثمانی سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا تو اسلامی تہذیب یورپ میں پھیلنے لگی صوفیہ، بلغراد، اسکپ، نش، سراجیوو، مناستر، دردما، کوالا، سالونیکا اور بوداپسٹ میں موجود اسلامی یادگاریں اس کی آج بھی شہادت دے رہی ہیں۔ ازنیق کے مدرسہ نے جو خان غازی کے زمانے میں قائم ہوا تھا۔ اب پھر کام شروع کر دیا تھا۔ بعد میں اس قسم کے ادارے تیزی سے دوسرے شہروں میں بھی قائم ہوئے اور وہ اعلیٰ تعلیم کی درسگاہیں بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئیں۔ محمد فاتح اور سلیمان اعظم نے جو مدرسے اور مسجدیں تعمیر کرائیں وہ آج اسلامی دنیا کی شاندار یادگاروں میں سے ہیں۔ ایک فرانسیسی سیاح جس نے سولہویں صدی میں ترکی کا سفر کیا تھا لکھا ہے کہ اناطولیہ کے پہاڑی اور کم آباد علاقوں میں بھی مسجدیں، مدرسے اور غریبوں کے لئے لنگر خانے موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ ترکوں کے اسلام اور اسلامی تہذیب کو قبول کر لینے کے بعد سے اسلام ترکوں کی زندگی کا ایک مستقل حصہ بن گیا اور اسلام نے ترکوں کو ایک قوم بنانے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

ISLAMIC RESEARCH ... LIBRARY

© rasailojaraid.com